ڈاکٹر شفیق الرحمٰن الہ آبادی☆

فکر اقبال کے نمائندہ توسیع کار، اسد ملتانی: ایک تحقیقی جائزہ

The Representative Expounder of Iqbal's Thought, Asad Multani: A Research Review

Abstract:

Iqbaliat is an important subject and field within Urdu literature.No knowledgeable person can deny the special place that Allama Iqbal holds in the history of Urdu intellectual poetry. Allama Iqbal has the distinction of being the greatest poet of the twentieth century, and his poetic genius has been recognized internationally. His poetry carries both an invitation to thought and a call to action.It would be an understatement to say that Allama Iqbal and his passionate devotion to poetry influenced not only his contemporaries but also later poets—both consciously and unconsciously—in their thoughts and style of writing. These poets include Akbar Allahabadi, Maulana Zafar Ali Khan, Muhammad Ali Jauhar, Asad Multani, Hafeez Jalandhari, Chaksbat Lucknowi, Raja Abdullah Niaz, Mahir Al-Qadri, Jafar Baloch, Dr. Syed Qasim Jalal, and others.Asad Multani adopted Iqbal's ideas as a means to inspire the Muslims of the subcontinent toward action and struggle, preparing the nation for progress and development. As a result, the despair of a declining and

☆اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، گورنمنٹ گریجویٹ کالج، میلسی

backward nation began to turn into hope, and Allama Iqbal's dream found practical fulfillment under the leadership of Quaid-e-Azam, culminating in the creation of Pakistan.Through his poetry, Muslims became aware of the tyranny of British rule and the shortcomings of Western civilization. Undoubtedly, Asad Multani made the promotion and dissemination of Allama Iqbal's thought and message the central goal of his poetry, fulfilling the role of Iqbal's true disciple to the best of his ability.

Keywords: Asad Multani, Allama Iqbal, intellectual legacy, poetic thought, Kashmir, political philosophy, Iqbal's influence

محمد اسد خان المعروف اسد ملتانی 12 دسمبر 1902ء کو محلہ کڑی افغاناں، ملتان میں پیدا ہوئے۔ ان کے آبائی مکان کا نام "طاقِ اسحٰق" تھا جہاں اسد ملتانی نے آنکھ کھولی۔ یہ اپنے خاندان کی پہلی نرینہ اولاد تھے۔ ان کا خاندانی نام محمد اسد خان جبکہ قلمی نام اسد ملتانی تھا۔ ملتان سے انہیں گہری دلی رغبت تھی، اسی مناسبت سے اپنے نام کے ساتھ ملتانی لکھنا پسند کرتے تھے۔ اس حوالے سے عبدالباقی اپنی کتاب میں رقم طراز ہیں:

> "محمد اسد خان، اسد ملتانی، ملتان کے ان نامور اور یگانۂ روزگار فرزندوں میں سے ہیں جنھوں نے اپنی پسند سے ملتان کے ساتھ اپنی ادبی نسبت کو ہمیشگی دینے کے لیے، اور ملتانی ہونے پر فخر کے اظہار کے طور پر، اپنے نام کے ساتھ ملتانی لکھنا پسند کیا۔" (1)

ابتدائی تعلیم اپنے والدِ محترم سے حاصل کی، اور 1920ء میں میٹرک کرنے کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لیا اور انٹرمیڈیٹ کی سند حاصل کی۔ 1924ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے بی۔اے کا امتحان درجہ دوم میں پاس کیا اور اسلامیہ ہائی اسکول، دولت گیٹ ملتان میں بطورِ انگریزی استاد ملازمت کا آغاز کیا۔ 1926ء میں آپ نے مرکزی حکومت دلی کے اسٹاف سلیکشن بورڈ کے مقابلے کا امتحان دیا۔ نتیجہ آنے میں تاخیر تھی، اس دوران انہوں نے ڈی۔ سی آفس میں کلرک کی اسامی کے لیے امتحان دیا اور اول پوزیشن حاصل کی۔ لیکن ڈپٹی کمشنر نے آپ کو اس لیے نہ رکھا کہ کلرک کی ملازمت میں آپ کی صلاحیتیں ضائع نہ ہو جائیں۔ بعد ازاں 1926ء میں مرکزی سیکرٹریٹ دہلی میں بحیثیت کلرک تعینات ہو گئے۔ اس محکمے میں اسد ملتانی ترقی پا کر اسسٹنٹ اور پھر سپرنٹنڈنٹ مقرر ہوئے۔ حکومتِ ہند نے ان کی محنت، لگن اور

قابلیت کی بنا پر انہیں کہیں اور منتقل نہ کیا۔ آپ تقریباً سترہ سال اس محکمے سے وابستہ رہے۔ ان کی منصبی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے حکومتِ ہند نے انہیں جنگِ عظیم کا جنرل میڈل اور سلور جوبلی میڈل عطا کیا۔

اسد کا زیادہ تر قیام شملہ اور دہلی میں رہا۔ تقسیمِ ہند کے بعد پاکستان میں ان کے خارجی معاملات میں دسترس کی بنا پر انہیں اسی محکمے میں تعینات کر دیا گیا، جہاں آپ نے اقوامِ متحدہ میں پیش کرنے کے لیے کشمیر کا مقدمہ تیار کرنے میں بڑی مدد کی۔ مذکورہ بالا دستاویزات اسد ملتانی نے قائداعظم کے حوالے کر کے سکھ کا سانس لیا۔

پاکستان کے محکمہ فارن آفس میں کچھ عرصہ بطور سپرنٹنڈنٹ کام کرنے کے دوسرے سال وزارتِ ریاست ہائے سرحدات میں بطورِ اسسٹنٹ سیکرٹری تعینات ہو گئے۔ 1954ء میں آپ کی دیرینہ خواہش کی تکمیل ہوئی اور آپ نے حج کی سعادت حاصل کی۔ سفر کے دوران ماہر القادری کی رفاقت بھی نصیب رہی۔ وہ 16 دسمبر 1956ء کو 55 سال کی مدتِ ملازمت پوری کرنے کے بعد ریٹائرڈ ہونے والے تھے، لیکن ان کی خدمات اور تجربے کی بنا پر مدتِ ملازمت میں توسیع کر دی گئی۔ کام کی زیادتی اور مسلسل مصروفیات کے باعث بیمار رہنے لگے۔ شوگر کا مرض بھی لاحق ہو گیا۔ وہ ریٹائرمنٹ لے کر مستقل طور پر ملتان قیام کرنا چاہتے تھے، لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ انہیں فیلڈ مارشل جنرل ایوب خان، صدرِ مملکت کے سیکرٹریٹ کے کلیریکل اسٹاف کے ساتھ 27 اکتوبر 1959ء کو خصوصی ٹرین کے ذریعے راولپنڈی بھیج دیا گیا۔ یہاں پہنچنے کے بیس دن بعد ہی انہیں دل کا دورہ پڑا اور 17 نومبر 1959ء کو وفات پائی۔ حکومتِ پاکستان نے ان کی خدمات کے صلے میں قلعہ کہنہ قاسم باغ پر قبر کے لیے جگہ وقف کی تھی، لیکن انہیں حسن پروانہ کے قبرستان میں، جو ان کا آبائی قبرستان تھا، دفن کر دیا گیا۔ اسد ملتانی نے اپنی حیات میں صرف دو مجموعہ ہائے کلام شائع کرائے، جن میں "مرثیۂ اقبال" اور "تحفۂ حرم" شامل ہیں۔ مرثیۂ اقبال میں ایک طویل نظم اور چند چھوٹی نظمیں شاملِ اشاعت ہیں۔ یہ پمفلٹ کی صورت میں ادارہ روزنامہ "الشمس"، ملتان کے زیرِ اہتمام شائع ہوئی۔ جبکہ دوسرا مجموعہ "تحفۂ حرم" اکتوبر 1954ء کو ادارہ روزنامہ "الشمس" ملتان سے شائع ہوا۔ اس کا پیش لفظ خود اسد ملتانی نے رقم کیا۔ ملتان میں صحافت کا باقاعدہ آغاز کرتے ہوئے انہوں نے 28 نومبر 1922ء کو ہفتہ وار اخبار "الشمس" اور ماہنامہ "انعام" جاری کیا، جن میں ان کی اکثر نظمیں اور غزلیں شائع ہوتی رہیں۔ علاوہ ازیں، اسد ملتانی کا کلام "معارف"، "نمک دان"، "طلوعِ اسلام"، "ادبی دنیا"، "ماہِ نو"، "نیرنگِ خیال"، "ہمایوں"، "فاران" اور "آج کل" جیسے معروف رسائل میں بھی شائع ہوتا رہا۔ انہیں حضرت علامہ محمد اقبال سے تلمذ کا شرف حاصل رہا اور اس پر انہیں ناز تھا۔ انہوں نے علامہ اقبال کا رنگ اپنایا اور امتِ مسلمہ کی اصلاح اور حقوق کی پاسداری کی طرف راغب ہو گئے۔ اسد ملتانی عہدِ طفولیت سے ہی ادبی ذوق رکھتے تھے۔ وہ اپنی آپ بیتی "شعرستان" میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے شاعری کا آغاز نو، دس سال کی عمر سے کیا، لیکن باقاعدہ کسی استاد سے اصلاح نہیں لی۔ اسکول کے دور میں انہیں مختلف شعراء کا کلام پڑھنے کا موقع ملا، جس سے ان کے ادبی ذوق کو جِلا ملی۔ کالج کے ایک ادبی پروگرام میں انہوں نے ایک نظم "شبنم کا

قطرہ" پیش کی جسے علامہ اقبال نے اول انعام سے نوازا اور اس کے چند اشعار کی درستی بھی کر دی۔ اس واقعے کے بعد انہیں علامہ اقبال سے گہری دلی و فکری رغبت ہونے لگی۔ انہوں نے نہ صرف کلامِ اقبال کا بغور مطالعہ کیا بلکہ ان کے گہرے اثرات بھی قبول کیے۔ علامہ اقبال کے علاوہ انہوں نے حالی، غالب، داغ، شبلی، ظفر علی خان اور دیگر شعراء کے کلام کا بھی گہرا مطالعہ کیا۔ ان کی شاعری متنوّع موضوعات کی حامل ہے۔ ان موضوعات میں حب الوطنی، رجائیت، فطرت نگاری، مغربی تہذیب پر طنز، اسلامی تہوار، تصورِ عورت، اردو کی اہمیت، تحریف نگاری اور فکرِ اقبال خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ اسد ملتانی اس لحاظ سے بہت خوش قسمت تھے کہ انہوں نے کالج کے زمانۂ طالبِ علمی میں جب اپنی ایک نظم "شبنم کا قطرہ" لکھی تو علامہ اقبال نے نہ صرف اس نظم کی اصلاح کی بلکہ مقابلے میں اس نظم کو اول پوزیشن کا مستحق ٹھہرایا۔ اسد ملتانی اس کامیابی پر بہت خوش ہوئے اور علامہ اقبال کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کا شکریہ ادا کیا تو علامہ اقبال نے فرمایا:

> "آپ کی یہ نظم مجھے بہت پسند آئی ہے۔ میں نے یہ سوچ کر کہ اگر یہ کہیں شائع بھی ہو تو جہاں ضروری سمجھا، اصلاح کر دی ہے۔"

یہ نظم پہلی مرتبہ ماہنامہ "نیرنگِ خیال" کے شمارہ ستمبر 1926ء میں شائع ہوئی۔ اس نظم کا پہلا شعر دیکھیے:

قطرہ بے رنگ ہوں یا قلزمِ نیرنگ ہوں
سننے والے! سن کہ میں بھی اک خموش آہنگ ہوں

علامہ اقبال کی اصلاح سے پہلے یہ شعر یوں تھا:

"دیکھنے کو اک ذرا سا قطرہ بے رنگ ہوں، مختلف رنگوں میں لیکن قلزمِ نیرنگ ہوں"

علامہ اقبال نے اسد ملتانی کے دو مصرعوں کو ایک مصرع میں سمو کر دوسرا مصرع اپنی طرف سے اضافہ کر کے ابتدائی شعر کو معنی خیز بناتے ہوئے تمہید کو مکمل کر دیا، اور نظم کے چند ابتدائی اشعار حذف بھی کر دیے۔ علامہ اقبال نے جن اشعار کی اصلاح کی یا حذف کیے، وہ درج ذیل ہیں:

اصل اشعار ــــ اصلاح شدہ

1- پر نہیں ہے چین میرے قلبِ مضطر کے لیے
وقفِ بے تابی ہے میری جانِ مضطر کے لیے

2-پھر رہا ہوں دلبروں کے آنکھ کے تِل کی طرح
مضطرب و بیتاب ہوں عشّاق کے دل کی طرح

(یہ شعر حذف کر دیا گیا)

3- ہے نہاں رازِ حیات روح میرے جینے میں
زندگی کا راز پوشیدہ ہے میرے جینے میں

4-اک ذرا سینے مری آوارگی کی داستاں
سن ذرا، غافل! مری آوارگی کی داستاں

5-آہ پھر کیا ہوتا، میں تھا اور تھی از خود رفتگی
کیا کہوں، پوشیدہ تھی فطرت میں از خود رفتگی

6-لاکھوں لٹکے تھے مری خاطر شعاعوں کے کمند
کرّۂ خاکی سے لے کر تابہ آں بامِ بلند

(یہ شعر حذف کر دیا گیا)

7-میں بھی چڑھتا رہ گیا ان پر سحر سے شام تک
پر نہ پہنچا ہائے قسمت! دلربا کی بام تک

(یہ شعر حذف کر دیا گیا)

8-شام ہونے سے تو بس میرا مقدّر سو گیا
شام آئی جس گھڑی، میرا مقدّر سو گیا

میری قسمت کی طرح تاریک منظر ہو گیا

9-میں بھی ساتھ اس ابر کے اشک چکاں بن کر گرا
مل گیا بوندوں میں اشکِ مضطرب بن کر گرا
رفعتِ گردوں سے آخر اک پہاڑی پر گرا

10- اس پہاڑی سے میں بہہ کر ہمراہِ دریا ہوا
کوہ میں بھی دل نہ بہلا، ہمراہِ دریا ہوا

11-اس طرح سے پھرتا پھرتا میں تلاشِ یار میں
اس طرح پھرتا پھراتا جستجوئے یار میں
تھک کے آخر گر پڑا ہوں گوشۂ گلزار میں

12- ہوں وہی قطرہ جو تھا اک دن وہ بحر بیکراں
ہوں وہی قطرہ جو تھا اک دن سمندر میں نہاں (2)

مذکورہ نظم کی اصلاح و اشاعت کے بعد اسد ملتانی بطورِ ملی شاعر مشہور ہو گئے۔ علامہ اقبال بالعموم نوجوان اور نو آموز شاعروں کو شاعر بننے کا مشورہ نہیں دیتے تھے۔ اسی وجہ سے چودھری محمد حسین، ایم اسلم اور تمکین کاظمی جیسے فرمانبردار شاگرد، علامہ اقبال کے مشورے پر شعر گوئی سے تائب ہو گئے۔ البتہ اسد ملتانی، حفیظ جالندھری اور حفیظ ہوشیار پوری وغیرہ، علامہ اقبال کی حوصلہ افزائی سے کامیاب شاعر بن گئے۔ اس تناظر میں ڈاکٹر مختار ظفر لکھتے ہیں:

> ”اسد ملتانی، حکیمُ الامت کو اپنا مرشد و راہنما تسلیم کرتے ہوئے، علم و عرفان اور ہمت و ایمان کی لازوال دولت سے اپنا دامن مالامال کرنے لگے، اور تب سے کلامِ اقبال کو سمجھنے اور سمجھانے کو اپنی شاعری کا مقصد بنا لیا۔ اس سلسلے میں کوئی دشواری پیش آتی تو براہِ راست علامہ اقبال سے رجوع کرتے۔“(3)

اسد ملتانی کے علامہ اقبال سے قریبی تعلق کے علاوہ دیگر شعراء مثلاً اوپندر ناتھ اشک، شاکر شملوی، سعید الہ آبادی، عرش ملسیانی، حفیظ ہوشیارپوری، احسان دانش، حفیظ جالندھری، جگر مرادآبادی، حسرت موہانی اور ساغر نظامی وغیرہ سے بھی رفاقت تھی۔ وہ علامہ اقبال کے علاوہ اکبر الہ آبادی سے بھی اس لیے متاثر تھے کہ ان کے نزدیک اکبر کا رنگ شاعری میں لانا بھی اقبال کی پیروی ہے۔ جو لوگ علامہ اقبال کی پیروی کو فضول یا جرم سمجھتے تھے، اسد ملتانی نے اپنے ایک شعر میں انہیں یوں دندان شکن جواب دیا:

شعر میں حضرتِ اقبال کا پیرو ہونا
ہے اگر جرم تو بے شک اسد اقبالی ہے۔ (4)

اسد ملتانی کی علامہ اقبال سے عقیدت و محبت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اپنے استادِ محترم پر متعدد نظمیں تخلیق کیں۔ جن میں مرثیہ اقبال، اقبال، غمِ اقبال، مقصودِ اقبال، یادِ اقبال، شعر اقبال، جناح و اقبال، کارنامہ اقبال، یومِ اقبال، پیغامِ اقبال، اقبال سے سوال، پیغامِ اقبال اور ہم عصرِ اقبال کے علاوہ کلامِ اقبال کا انگریزی ترجمہ بھی شامل ہے۔ وہ اپنی نظم "اقبال" میں حضرتِ علامہ اقبال کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ دیگر شاعروں کے مقابلے میں علامہ اقبال کا مقام و مرتبہ اس لیے بلند ہے کہ ان کا کلام قرآنِ مجید سے ہم آہنگ ہے۔ ان کا ذہن ہندی، علم افرنگی اور نگاہ یثربی ہے۔ انہوں نے امتِ مسلمہ کو زندگی بخش پیغامات سے نوازا۔ ایک اور نظم "مقصودِ اقبال" میں اسد ملتانی نے مکالماتی انداز میں علامہ اقبال سے ایک ہم نشین کی گفتگو بیان کی ہے۔ نظم کے دو بند ہیں۔ پہلے بند میں ایک ہم نشین علامہ اقبال سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ:

اے اقبال! تیرا سخن شرابِ آتشیں ہے۔ تو نے ہمارے دلوں کو گرما دیا ہے۔ تیرا کلام اثر آفرین ہے، اس میں صورِ محشر جیسا اثر ہے۔ اس نے ہمارے مزاج کو بدل دیا ہے۔ تیری شاعری پڑھنے کے بعد اب کسی اور شاعر کا کلام دل میں نہیں اترتا۔

یہ تمام باتیں سن کر علامہ اقبال دوسرے بند میں اس کے استفسارات کا یوں جواب دیتے ہیں:

تری نظروں میں ہیں میری تصانیف
مری نظروں میں قرآنِ مبیں ہے
گزر جانا مری بزمِ سخن سے
رہِ قرآں میں گامِ اولیں ہے

جو تو اس طرح قرآں تک پہنچ جائے
تو حاصلِ دولتِ دنیا و دیں ہے
محیطِ کائنات دل ہے قرآں
نظر کی آخری منزل ہے قرآں۔

(نظم "مقصودِ اقبال"، کلیاتِ اسد ملتانی، ص96)

اسد ملتانی کی ایک اور نظم "شعر اقبال" (مطبوعہ ماہنامہ طلوعِ اسلام، مئی 1940ء) میں علامہ اقبال کے اشعار کی اہمیت اور تاثر بیان کیا گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ علامہ اقبال کا اندازِ سخن دوسرے شاعروں سے اس لیے مختلف ہے کہ وہ شاعری کو حقیقت سے ملا دیتے ہیں۔ وہ اس انداز سے پیغامِ بقا دیتے ہیں کہ موت کا خوف دل میں باقی نہیں رہتا۔ وہ انسان میں خودی کے احساس کو بیدار کرتے ہیں، فلسفے کو محبت کا غلام قرار دیتے ہیں اور عقل کو عشق کے راستے پر لگاتے ہیں۔

مذکورہ نظم کا مقطع ملاحظہ فرمایئے:

پیکرِ خاک کو دیتا ہے شعورِ انساں
اور پھر انساں کو مسلمان بنا دیتا ہے

(نظم "شعر اقبال"، کلیاتِ اسد ملتانی، ص102)

اس مقطع میں اسد ملتانی، علامہ اقبال کے کلام کی خصوصیات کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان کی شاعری انسان کو شعور عطا کرتی ہے اور اسے سچا مسلمان بنانے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ اسد ملتانی نے اپنی نظم "جناح و اقبال" (مطبوعہ ماہنامہ طلوعِ اسلام، نومبر 1948ء) میں قائداعظم اور علامہ اقبال کی جنت میں ہونے والی ملاقات کو مکالماتی انداز میں پیش کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب قائداعظم جنت الفردوس میں داخل ہوئے تو علامہ اقبال نے ان سے بغل گیر ہو کر گرم جوشی سے استقبال کیا۔ قائداعظم نے انہیں مبارکباد دی تو علامہ اقبال نے فرمایا:

> "میں نے تو الگ وطن کا محض تصور دیا تھا، آپ مبارک باد کے مستحق ہیں کیونکہ آپ نے میرے تصور کو عملی جامہ پہنایا۔ آپ نے اپنی دانش مندی سے دوستوں اور دشمنوں کے ہر اشکال کو رفع کیا۔ اس شاندار کامیابی کے پسِ پردہ آپ کا صدق و خلوص اور عزم و استقلال

کار فرما ہے۔ آپ نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مسلمان انگریز کی سیاست اور ذہنی غلامی سے نکلتے ہیں یا نہیں۔"

نظم کے آخری تین شعر ملاحظہ فرمایئے جن میں علامہ اقبال کی مسلمانوں کے اتحاد اور پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کی خواہش ظاہر ہوتی ہے:

کاش یہ اللہ کی حبلِ متین کو تھام لے
چھوڑ کر افرنگ کے بازیچۂ اطفال کو
رکھ کے یہ قرآن و سنت کو سامنے
لائے اس معیار پر افکار اور اعمال کو
جلد پاکستان میں جاری ہو اسلامی نظام
تاکہ اطمینان حاصل ہو دلِ اقبال کو

(نظم "جناح و اقبال"، کلیاتِ اسد ملتانی، ص129)

قائداعظم بھی اسد ملتانی کی شاعری کے مداح تھے۔ اسد ملتانی کو پاکستان سے بے پناہ محبت تھی۔ انہوں نے ایک نظم "کارنامہ اقبال" (مطبوعہ ماہنامہ طلوعِ اسلام، اپریل 1949ء) میں کہا کہ پاکستان علامہ اقبال کے تخیل کا ثمر ہے۔ اس مردِ قلندر نے جو خواب دیکھا تھا، اس کی دلکش تعبیر پاکستان کی صورت میں سامنے آئی۔

شاعر کے تخیل کی تاثیر نظر آئی
اک مملکتِ نو کی تعمیر نظر آئی
اب صورتِ آئینہ روشن ہے وہی عالم
جس کی کبھی دھندلی سی تصویر نظر آئی
جو خواب دیکھا تھا اس مردِ قلندر نے

اس خواب کی کیا دلکش تعبیر نظر آئی۔

(نظم "کارنامہ اقبال"، کلیاتِ اسد ملتانی، ص132)

ایک اور نظم "یومِ اقبال" (مطبوعہ ماہنامہ طلوعِ اسلام، اپریل 1950ء) میں انہوں نے ان افراد اور اداروں پر طنز کیا ہے جو صرف رسمی طور پر یومِ اقبال مناتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگرچہ ہر سال اقبال کی عظمت کا اعتراف کیا جاتا ہے، ان کے کلام کو ترنم سے پڑھا جاتا ہے، لیکن کوئی یہ نہیں سوچتا کہ اقبال کی شاعری کا مقصد کیا ہے؟ وہ ہمیں خودی کا درس دیتے ہیں مگر ہم انگریز کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ ہزاروں آدمیوں میں ایک بھی بندۂ مومن نظر نہیں آتا۔ اقبال اکادمی تو قائم ہو رہی ہے، مگر کیا اس میں ایک بھی اقبال شناس ہے؟

اسد! جو یوم ہے اقبال کا، تو یہ حق ہے

کہ آج قوم کرے اپنے جرم کا اقبال۔

(نظم "یومِ اقبال"، کلیاتِ اسد ملتانی، ص140)

علامہ اقبال کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ وہ شاعرِ امروز و فردا ہیں۔ ان کی حکمت کے مشرق و مغرب والے سب معترف ہیں، اس لیے ان کے کلام کے مختلف زبانوں میں تراجم ہو رہے ہیں۔ اتحادِ عالمِ اسلام کی جو تحریک چل رہی ہے، اس کی تشکیل میں علامہ اقبال کا پیغام بنیادی کردار ادا کر رہا ہے۔ اسد ملتانی کی علامہ اقبال سے محبت و عقیدت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اپنے استادِ محترم کی وفات پر دو نظمیں، "مرثیہ اقبال" اور "غمِ اقبال" کے عنوان سے لکھیں۔ "مرثیہ اقبال" ایک طویل نظم ہے جو ماہنامہ طلوعِ اسلام کے شمارہ جون 1938ء میں شائع ہوئی۔ اس نظم میں وہ بیان کرتے ہیں کہ یا اللہ! یہ کیسی قیامت کی سحر آگئی ہے کہ آج رحلتِ اقبال کی خبر آئی ہے۔ اگرچہ رہنماؤں کی کمی نہیں، مگر رہنماؤں کا رہنما (علامہ اقبال) نہیں رہا۔ ان کی وفات سے دل بجھ گیا ہے اور میری زندگی میں جینے کا مزہ باقی نہیں رہا۔ اے اقبال! تیرا مقام شاعری سے بالاتر ہے اور تیری ذات پر شاعری بھی ناز کرتی ہے۔ مذکورہ نظم سے دو شعر ملاحظہ فرمائیے:

وہ خود نہیں، مگر اس کا پیام باقی ہے

وہ چپ ہوا، مگر اس کا کلام باقی ہے

وہ آسمان کی طرف اُڑ گیا، مگر اس کا

زمینِ شعر پہ نقشِ دوام باقی ہے

(نظم: ''مرثیہ اقبال''، کلیاتِ اسد ملتانی، ص 89)

اسد ملتانی دوسری نظم ''غمِ اقبال'' میں علامہ اقبال کی وفات سے پیدا ہونے والے خلا اور غم کو ختم کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اب صبر اختیار کرنے کی ضرورت ہے، اور ان کے پیغام کا خلاصہ یہ ہے کہ خودی کو عشق سے زندہ کیا جائے اور فقر اختیار کیا جائے۔

یہی ہے ماحصل، اسد! اس کے پیامِ خاص کا

عشق سے زندہ کر خودی، فقر سے استوار کر

(نظم: ''غمِ اقبال''، کلیاتِ اسد ملتانی، ص 91)

اسد ملتانی نے علامہ اقبال کے حلقۂ تلمذ میں آنے کے بعد اپنی شاعری اور زندگی کو فکرِ اقبال کی ترویج و اشاعت اور افہام و تفہیم کا وظیفہ بنالیا۔ اس حوالے سے پروفیسر جعفر بلوچ لکھتے ہیں:

''طبیعاتی سطح پر تو باہمی افہام و تفہیم کے لیے اکتساب و استفسار ہوتے ہی ہیں، لیکن جنابِ اسد حضرتِ علامہ کی وفات کے بعد ان کے افکار میں اس قدر جذب ہو چکے تھے کہ تخیلاتی اور رویائی سطح پر بھی ان کا رشتۂ تلمذ قائم تھا۔'' (5)

اسد ملتانی اپنی ایک نظم ''دعا'' (مطبوعہ ماہنامہ معارف، نومبر 1936ء / ماہنامہ طلوعِ اسلام، فروری 1941ء) کے تعارف میں لکھتے ہیں کہ یہ اشعار میں نے 1931ء میں لکھے تھے، لیکن ابھی کہیں شائع نہیں ہوئے تھے کہ 1936ء میں حضرتِ علامہ اقبال کی تصنیف ضربِ کلیم طبع ہو کر سامنے آئی۔ اس میں ''دعا'' کے موضوع پر چند شعر دیکھے جنھیں پڑھ کر ایسا محسوس ہوا کہ گویا حضرتِ علامہ اقبال نے میرے ہی خیالات کو پیشِ نظر رکھ کر جواب دیا ہے اور دعا کے متعلق میرے نقطۂ نگاہ کی اصلاح کی کوشش بھی فرمائی ہے۔ یہ محض اتفاق ہے۔

اسد ملتانی کی نظم ''دعا'':

اے دل! تو ہی بتا کہ میں مانگوں خدا سے کیا

ہوتا ہی ہے جہاں میں، مری رضا سے کیا

ہے زیست اپنے بس میں، نہ موت اختیار میں

مطلب ہمیں پھر اپنی فنا و بقا سے کیا

طوفاں کا زور و شور ہے، دریا ہے موج زن

آب و ہوا کو آرزوئے ناخدا سے کیا

وقتِ معینہ پہ خزاں آئے گی ضرور

ہوتا ہے عندلیب کے شورِ نوا سے کیا

(نظم: ''دعا''، کلیاتِ اسد ملتانی، ص 31-32)

اب علامہ اقبال کی نظم ملاحظہ فرمایئے:

تری دعا سے قضا تو بدل نہیں سکتی

مگر ہے اس سے یہ ممکن کہ تو بدل جائے

تری خودی میں اگر انقلاب ہو پیدا

عجب نہیں کہ یہ چار سُو بدل جائے(6)

علامہ اقبال مسلمانوں کے اتحاد و یکجہتی کے داعی ہیں۔ اس موضوع پر ان کے بے شمار اشعار موجود ہیں، مثلاً:

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے

نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر(7)

حرمِ پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک

کچھ بڑی بات تھی، ہوتے جو مسلمان بھی ایک(8)

اسی فکر کی توسیع اسد ملتانی کے کلام میں یوں دکھائی دیتی ہے:

افراد کا مذہب کی فضا میں پلنا
اسلام کے سانچے میں نہیں ہے ڈھلنا
کیا یہ کبھی ممکن ہے کہ فرداً فرداً
ہم سیکھ سکیں قدم ملا کر چلنا

(نظم: ''فرد و ملت''، کلیاتِ اسد ملتانی، ص143)

ایک ہوں سب سنی و شیعہ و اہلِ حدیث
کیا حنفی، شافعی، مالکی و حنبلی

(نظم: ''آئینِ نو''، کلیاتِ اسد ملتانی، ص208)

علامہ اقبال نے فرمایا:

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن(9)

اس خیال کی توسیع اسد ملتانی یوں کرتے ہیں:

مومن کا دل تو موم کے مانند چاہیے
کافر ہے جس کے سینے میں پتھر کی سل ملے

(غزل: کلیاتِ اسد ملتانی، ص276)

علامہ اقبال نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی عظمت بیان کرتے ہوئے کہا ہے:

پروانے کو چراغ ہے، بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لیے ہے خدا کا رسولؐ بس(10)

اسد ملتانی نے بھی حضرت ابو بکر صدیقؓ کے جذبے اور محبتِ رسولؐ کے حوالے سے ایک نظم "جذبۂ صدیق" لکھی ہے۔ اس نظم کا پہلا شعر ملاحظہ فرمائیے:

مذہب میں نکتہ سنجی و تدقیق چاہیے
دیں کے لیے تو جذبۂ صدیق چاہیے

(نظم: "جذبۂ صدیق"، کلیاتِ اسد ملتانی، ص174)

علامہ اقبال دنیا اور آخرت میں کامیابی کے لیے توحید پر ایمان کے ساتھ ساتھ رسالت، یعنی حضرت محمد ﷺ کی سیرت پر عمل کی تلقین کرتے ہوئے کہتے ہیں:

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں(11)

اسد ملتانی اپنی نظم "حکومتِ حق" (مطبوعہ ماہنامہ طلوعِ اسلام، جولائی 1950ء) میں حکمرانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ملک میں قانونِ حق جاری کرے
اور محمدؐ سے وفاداری کرے

(نظم: "حکومتِ حق"، کلیاتِ اسد ملتانی، ص143)

اسد ملتانی کی حضورِ اکرم ﷺ سے محبت و عقیدت کا ایک ثبوت ان کا نعتیہ مجموعہ "تحفۂ حرم" ہے، جس میں انہوں نے سفر نامۂ حج کو منظوم صورت میں قلبی احساسات و جذبات کے ساتھ رقم کیا ہے۔ ان کا ایک نعتیہ شعر ملاحظہ فرمائیے، جس میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور حضرت محمد ﷺ کے عشق کو دین کی اصل بنیاد قرار دیتے ہوئے کہا ہے:

نبی کا عشق، خدا کی اطاعتِ کامل
یہ دیں کی اصل ہے، باقی تمام افسانے

(نظم: "مشارق"، مجموعۂ حمد و نعت، ص55)

علامہ اقبال عقل پر عشق کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک اس کی وجہ یہ ہے کہ عقل حقائق کا کامل ادراک نہیں کر سکتی۔ یہ بات درست ہے کہ حصولِ علم عقل کے ذریعے ممکن ہوتا ہے، لیکن معرفت کا درجہ قلب (عشق) کے بغیر ممکن نہیں۔ اسد ملتانی بھی عقل پر عشق کی برتری کے قائل ہیں۔ عقل و عشق کے حوالے سے ان کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے:

اگرچہ عقل بھی کرتی ہے آرزو پیدا
یہ عشق ہے جو اسے بے پناہ کرتا ہے

(غزل، کلیاتِ اسد ملتانی، ص273)

ابھی تک کافری سے عقل ایماں تک نہیں پہنچی
کہیں دیر و حرم کے درمیاں معلوم ہوتی ہے۔

(غزل، کلیاتِ اسد ملتانی، ص274)

تعجب کیا جو اس کی قدر پہچانی نہیں جاتی
جنوں کے سائے تک بھی عقلِ انسانی نہیں جاتی

(غزل، کلیاتِ اسد ملتانی، ص268)

اسد ملتانی بھی علامہ اقبال کی طرح مغربی تہذیب کے بجائے مشرقی تہذیب کو پسند کرتے ہیں۔ مغربی تہذیب پر علامہ اقبال کی تنقید محض برائے تنقید نہیں تھی؛ یہ حکیمانہ تنقید ہے، جس کا مقصد مسلمانوں کو الحاد، انگریز قوم کی غلامی اور ہوسِ ملک گیری سے محفوظ رکھنا تھا۔ وہ مغربی تہذیب پر طنز کرتے ہوئے کہتے ہیں:

بے کاری و عریانی و مے خواری و افلاس
کیا کم ہیں فرنگی مدنیت کے فتوحات! (12)

بہت دیکھے ہیں میں نے مشرق و مغرب کے میخانے
یہاں ساقی نہیں پیدا، وہاں بے ذوق ہے صہبا۔ (13)

اسد ملتانی بھی علامہ اقبال کی طرح مشرقی اور مغربی تہذیب کے رمز شناس ہیں۔ اس حوالے سے ان کے چند اشعار ملاحظہ فرمائیے:

مغربی ناز و ادا کی چل رہی ہیں برچھیاں
مشرقی شرم و حیا کا ہو رہا ہے قتلِ عام
کس قدر آزاد ہیں تہذیبِ مغرب کے غلام
جیب میں پیسہ نہیں، لیکن پہن کر سوٹ بوٹ
بیش قیمت ساڑھیوں کے پوچھتے پھرتے ہیں دام
بن رہی ہیں عورتیں مرد، اور مرد اب عورتیں
ان کے بس میں ہو تو فطرت کا بدل ڈالیں نظام
چھوڑیے جھوٹے بہانے، شوقِ تقلیدِ فرنگ
ایک رو ہے جس میں بہتے جا رہے ہیں خاص و عام

(نظم: "شملے کی شام"، کلیاتِ اسد ملتانی، ص66-67)

اسد ملتانی نے ایک نظم بعنوان "مشرق و مغرب" (مطبوعہ ماہنامہ معارف، دسمبر 1934ء) میں ایک انگریز حکیم سے مشرق و مغرب کی ترقی و تنزلی کے موضوع پر مکالمہ کیا ہے اور اس سے استفسار کیا ہے کہ بتائیے یہ کون سا انصاف ہے کہ آپ مغرب کی پستی کو بلندی اور مشرق کی بلندی کو پستی قرار دیتے ہیں؟ مغرب میں کوئی احتجاج ہوتا ہے تو وہ جذبۂ ملت کہلاتا ہے، اور اگر مشرق میں ہو تو آپ اسے مذہبی جنونیت قرار دیتے ہیں۔ مغرب میں دہشت گردوں کو کھلے عام بولنے کی اجازت ہے، مگر مشرق میں کوئی سچ بھی بولے تو اس پر پابندی عائد کر دی جاتی ہے۔ مغرب میں رقص کی محفل ہو تو آپ اسے تہذیب کا نام دیتے ہیں؟

شاعر کے یہ سوالات سن کر انگریز اسے یوں جواب دیتا ہے:

بولے: نہیں یہ مشرق و مغرب کا امتیاز
ہے یہ تو صرف سطوتِ ظاہر کا اک فسوں

طاقت وروں کی عقل کے معیار میں، اسد!
کمزور کو کہاں ہے مجالِ چرا و چوں

(نظم: ''مشرق و مغرب''، کلیاتِ اسد ملتانی، ص 71)

اسد ملتانی نے ایک اور نظم ''رعبِ فرنگ'' میں انگریزوں کے مسلمانوں سے تعصب اور ان کے رعب میں آنے والے مسلمانوں سے متعلق کیا خوب کہا ہے:

دانشورِ افرنگ کی تحقیقِ مذاہب
بڑھتی نہیں بازی گریِ علم کی حد سے
ہے دل میں نہاں اس کے ابھی تک وہ تعصب
میراث میں پایا جو صلیبیوں کے جد سے
اس میں کبھی انصاف سما ہی نہیں سکتا
جو سینہ کہ معمور ہے دیرینہ حسد سے
دیکھو تو مسلمان کی اس سادہ دلی کو
مرعوب ہے افرنگ کے معیارِ خرد سے

(نظم: ''رعبِ فرنگ''، کلیاتِ اسد ملتانی، ص 92)

علامہ اقبال علم کے ساتھ ساتھ عمل اور جد و جہد کے بھی قائل ہیں۔ اسد ملتانی بھی عملِ پیہم اور محبت کا درس دیتے ہوئے کہتے ہیں:

عملِ پیہم ہماری زندگی ہے
محبت ہے سرو ساماں ہمارا

(نظم: ''سلامت ملکِ پاکستان ہمارا''، کلیاتِ اسد ملتانی، ص 204)

علامہ اقبال مولانا جلال الدین رومیؒ کو اپنا روحانی مرشد تسلیم کرتے ہیں اور ان کے فکر و فلسفہ سے بہت متاثر ہیں۔ اسد ملتانی بھی اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ جب تک انسان کے اندر ولولۂ رومی اور فلسفۂ بو علی نہ ہو، اس کا علم مکمل نہیں ہو سکتا:

علم کی تکمیل ہو کیسے، جو یکجا نہ ہوں
ولولۂ رومی و فلسفۂ بو علی

(نظم: ''آئینِ نو''، کلیاتِ اسد ملتانی، ص208)

علامہ اقبال کے نزدیک محض کلمہ پڑھ لینا ہی مسلمان ہونے کے لیے کافی نہیں، بلکہ مسلمان ہونے کے لیے دل و نگاہ کا بھی توحید و رسالت پر یقین و ایمان رکھنا لازم ہے۔ اس تناظر میں وہ کہتے ہیں:

خِرد نے کہہ بھی دیا ''لا الہ'' تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ (14)

اسد ملتانی علامہ اقبال کی اس فکر کی توسیع یوں کرتے ہیں:

اللہ کو، اسد! ایک جو مانا تو ہوا کیا؟
ہم ایک رہیں، نکتۂ توحید یہی ہے

(نظم: ''نکتۂ توحید''، کلیاتِ اسد ملتانی، ص219)

علامہ اقبال مسلمانوں کی ذلت کا باعث قرآنِ مجید پر عمل نہ کرنے کو قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر(15)

اسد ملتانی کہتے ہیں:

مسلماں کے لیے قرآن ہے سرچشمۂ قوت

نہ ہو کیوں ضعف اتنا، جس قدر قرآن سے ہے دوری

(نظم: "جمہوریت"، کلیاتِ اسد ملتانی، ص146)

اسد ملتانی بھی علامہ اقبال کی طرح قرآنِ مجید کو دستور العمل قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

غلامانِ رسولِ پاک ہیں ہم

ہے دستور العمل قرآن ہمارا

(نظم: "سلامت ملکِ پاکستان ہمارا"، کلیاتِ اسد ملتانی، ص204)

علامہ اقبال نے اپنے نظریۂ فن کی وضاحت کرتے ہوئے "خونِ جگر" کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ خونِ جگر سے مراد خلوص اور سوز ہے۔ کوئی بھی شاعر، ادیب یا فنکار سوز و خلوص کے بغیر اپنے اظہار میں مکمل اور کامیاب نہیں ہو سکتا۔ بقولِ اقبال:

رنگ ہو یا خشت و سنگ، چنگ ہو یا حرف و صوت

معجزۂ فن کی ہے خونِ جگر سے نمود

نقش ہیں سب ناتمام، خونِ جگر کے بغیر

نغمہ ہے سودائے خام، خونِ جگر کے بغیر(16)

اسد ملتانی نے بھی ایک شعر میں خونِ جگر کی علامت کو یوں استعمال کیا ہے:

عکس پڑتا ہے مرے خونِ جگر کا اس میں

شبنمِ شعر و غزل ہے شرر افشاں مجھ سے

(غزل، کلیاتِ اسد ملتانی، ص273)

اسد ملتانی نے اکبر الہ آبادی اور علامہ اقبال کے ظریفانہ کلام کا تتبع بھی کیا ہے۔ اس لیے ان کے طنزیہ و مزاحیہ کلام میں مقصدیت کا عنصر غالب نظر آتا ہے۔ وہ رقص و سرود اور بے ہنگم موسیقی کے حوالے سے طنز کرتے ہوئے کہتے ہیں:

میوزک بغیر خام ہے شاعر کا فن تمام

رقص و سرود سے ہوا کارِ سخن تمام

(نظم: "کلچرل مشاعرہ"، کلیاتِ اسد ملتانی، ص243)

اسد ملتانی کی شاعری میں فکرِ اقبال کی توسیع کے جائزے سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اسد ملتانی نے برصغیر کے مسلمانوں کو عمل اور جدوجہد کا درس دینے اور قوم کو تعمیر و ترقی کے لیے آمادہ کرنے کے لیے فکرِ اقبال کو وسیلہ بنایا۔ اس کے نتیجے میں زوال پذیر اور پسماندہ قوم کی یاس، آس میں تبدیل ہونے لگی اور حضرتِ علامہ اقبال کے خواب کو قائدِ اعظمؒ کی رہنمائی میں عملی تعبیر ملی، اور پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔ مسلمان انگریزوں کی عیاریوں اور مغربی تہذیب کی خامیوں سے روشناس ہوئے۔

بلاشبہ اسد ملتانی نے علامہ اقبال کی فکر اور پیغام کی ترویج و اشاعت کو اپنی شاعری کا مقصد بنایا اور مقدور بھر علامہ اقبال کے شاگرد ہونے کا حق ادا کیا۔

حوالہ جات

1. عبدالباقی، اسد ملتانی: شخصیت اور فن، (ملتان: بزمِ ثقافت، جون 2004ء)، ص14۔
2. مختار ظفر، ڈاکٹر، محمد اسد خان ملتانی: فکرِ اقبال کا نمائندہ شاعر، (ملتان: بیکن بکس، 2007ء)، ص149-150۔
3. ایضاً، ص150۔
4. اسد ملتانی، کلیاتِ اسد ملتانی، مرتب: سید شوکت علی بخاری، (ملتان: سرائیکی ریسرچ سنٹر، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، 2004ء)، ص100۔
5. جعفر بلوچ، پروفیسر، اقبالیاتِ اسد ملتانی، (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، 1984ء)، ص30۔
6. محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال، (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، 1995ء)، ص676۔
7. محمد اقبال، علامہ، کلیاتِ اقبال، (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، 1995ء)، ص295۔
8. ایضاً، ص230۔
9. ایضاً، ص558۔
10 ایضاً، ص253۔
11. ایضاً، ص237۔

12. ایضاً، ص435۔

13. ایضاً، ص360۔

14. ایضاً، ص547۔

15. ایضاً، ص232۔

16. ایضاً، ص421-428۔

ماخذات:

اسد ملتانی، کلیاتِ اسد ملتانی، مرتب: سید شوکت علی بخاری، ملتان: سرائیکی ریسرچ سنٹر، بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، 2004ء

اقبال، علامہ محمد، کلیاتِ اقبال، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، 1995ء

جعفر بلوچ، پروفیسر، اقبالیاتِ اسد ملتانی، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، 1984ء

عبد الباقی، اسد ملتانی: شخصیت اور فن، ملتان: بزمِ ثقافت، جون 2004ء

مختار ظفر، ڈاکٹر، محمد اسد خان ملتانی: فکرِ اقبال کا نمائندہ شاعر، ملتان: بیکن بکس، 2007ء

References:

1. Abdul Baqi, Asad Multani: Shakhsiyat aur Fun, (Multan: Bazm-e-Saqafat, June 2004), p. 14.

2. Mukhtar Zafar, Dr., Muhammad Asad Khan Multani: Fikr-e-Iqbal ka Numainda Shair, (Multan: Beacon Books, 2007), pp. 149-150.

3. Ibid, p. 150.

4. Asad Multani, Kulliyat-e-Asad Multani, ed. Syed Shoaikat Ali Bukhari, (Multan: Saraiki Research Centre, Bahauddin Zakariya University, 2004), p. 100.

5. Jafar Baloch, Professor, Iqbaliyat-e-Asad Multani, (Lahore: Iqbal Academy Pakistan, 1984), p. 30.

6. Muhammad Iqbal, Allama, Kulliyat-e-Iqbal, (Lahore: Iqbal Academy Pakistan, 1995), p. 676.

7. Muhammad Iqbal, Allama, Kulliyat-e-Iqbal, (Lahore: Iqbal Academy Pakistan, 1995), p. 295.

8. Ibid, p. 230.

9. Ibid, p. 558.

10. Ibid, p. 253.

11. Ibid, p. 237.

12. Ibid, p. 435.

13. Ibid, p. 360.

14. Ibid, p. 547.

15. Ibid, p. 232.

16. Ibid, pp. 421-428.